POSTED AT LPC Delhi RMS
ON 03-04 November 2024, R.N.I No. 2186/57

POSTAL REGN. NO. DL (C) - 01/1195/2024-26, Licensed to Post
Without Prepayment U (C) - 160/2024-26, ISSN 2456-8511

Total Pages
8

HAMARI
ZABAN
(Weekly)

ہفت روزہ
ہماری زبان
اشاعت کا 85 واں سال

Date of Publication: 02-11-2024 • Price: 5/- • 8-14 November 2024 • Issue: 42 • Vol:83

۸تا۱۴رنومبر ۲۰۲۴ء • شمارہ:۴۲ • جلد:۸۳

ہندیؔ گورکھپوری کی قومی شاعری

ذاکر حسین ذاکر

محمد وحید اللہ انصاری موسوم بہ ہندیؔ گورکھپوری[1917-1991] گورکھپور کے ایک علمی خانوادے میں پیدا ہوئے۔اس خانوادے میں تین پشتوں سے شعروشاعری کا دوردورہ تھا،ان کے دادا محمد عمر دائم منجھے ہوئے شاعر تھے۔ ہندیؔ کے والد کریم اللہ خا کی ریلوے میں انجینئر تھے اور اچھے شعر کہتے تھے۔ ہندیؔ کے بڑے بھائی محمد حفیظ اللہ شاد ماں گورکھپوری علیگ تھے اور معروف وکیل اور معتبر شاعر تھے۔وکالت کے سلسلے میں وہ کان پور میں آباد ہو گئے تھے۔ایسے علمی خانوادے کے چشم وچراغ ہندیؔ گورکھپوری، متصوفانہ ذہن کے انقلابی شاعر تھے۔ان کی تعلیم انٹرمیڈیٹ سے آگے نہیں بڑھ پائی کیوں کہ وہ اس وقت تک مشاعروں کے مقبول ترین شاعر بن چکے تھے۔مشاعروں میں ان کی مانگ اتنی زیادہ تھی کہ وہ کئی کئی ہفتوں تک گھر سے باہر رہتے تھے۔ مشاعروں میں شرکت کی مصروفیت کی وجہ سے وہ ملازمت بھی نہیں کر پا رہے تھے۔انھوں نے اپنی پیشہ ورانہ زندگی کا آغاز صحافت سے کیا۔ کلکتہ کے اخبار ’زمانہ‘ میں خبریں لکھتے رہے۔ کچھ دنوں تک انھوں نے انگریزی روزنامہ ’پایونیر‘ میں اسٹرنگر کا بھی کام کیا۔فیض آباد کے ملٹری ایریا میں آرمی لنگویج ٹیچر رہے مگر وہ کہیں ٹک نہیں سکے۔ان کی اٹھان انقلابی نظموں سے ہوئی اور یہ انقلابیت ان کے رگ و پے میں پیوست ہو چکی تھی، جیسا کہ مجنوں گورکھپوری نے ہندیؔ کی شخصیت کو ان کی طالب علمی کے زمانے میں محسوس کیا تھا۔مجنوں نے ہی ان کی شعری اٹھان پر انقلابیت کی جو مہر ثبت کی اس نے ہندیؔ کا پیچھا ساری عمر نہیں چھوڑا: ’ہندیؔ انقلابی اور ترقی پسند شاعر ہیں اور اس وقت کوئی ادیب یا شاعر صرف ناآسودگی اور بغاوت کا پیغام دیتا ہے تو ہمارے بڑے کام کا ہے اور ہندیؔ کی بغاوت اور ناآسودگی میں جیسا مہذب گداز اور جیسی شائستہ دردمندی ہے وہ ہمارے لیے یقیناً ایک مؤثر میلان ہے اور اس سے ہم زندگی کے ایک نئے اٹھتے ہوئے خمیر میں بڑی مدد لے سکتے ہیں۔‘[1]

مجنوں نے مثال کے طور پر ہندیؔ کی کئی نظمیں پیش کی ہیں، جو آزادی سے قبل لکھی گئی تھیں اور ان میں ترقی پسندانہ انقلابیت کا جذبہ کارفرما ہے۔مثلاً پابندِ سلاسل، بہار غلام کی نظر میں، مجاہدِ وطن، لوٹ لو، سویرا، مسلمان اور ہندوستان، دلی کا فرقہ وارانہ فساد، میں باغی ہوں نظامِ زندگی کا’ انقلاب آرہا ہے، ظلمت کے سوا کچھ بھی نہیں وغیرہ۔ یہ تمام نظمیں غنائیت، تغزل اور روانی سے بھرپور ہیں۔ ہندیؔ کے تغزل اور روانی پر ہم آگے بحث کریں گے، لیکن یہاں مجنوں نے ان کی نظم ’غلامی میں لطفِ جوانی کہاں‘ کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ’اگر ہندیؔ نے یہ نظم نہ لکھی ہوتی اور صرف یہ مصرع کہہ کر رہ گئے ہوتے تو یہ مصرع ہی یادگار رہتا۔‘[2]

مجنوں نے جس طرح ہندیؔ کے اس مصرعے کی عظمت پر اپنے حقِ استحسان Power of choice کو ثبت کیا ہے، اس کو دیکھ کر غالب کے ذریعے مومنؔ کے شعر ’تم میرے پاس ہوتے ہو گویا‘ کے حقِ استحسان کی یاد آجاتی ہے، جس میں غالب اس شعر کے بدلے اپنا پورا دیوان دینے کے لیے راضی ہو گئے تھے۔

مری آرزو آرزو ہی رہی
کلی دل کی کِھل جائے ایسی نہیں
مسرت ابھی میں نے دیکھی نہیں
نگاہیں ہیں گل چیں کی میری نہیں
غلامی میں لطفِ جوانی کہاں

’قفس سے آشیاں تک‘ کی اشاعت 1972 میں ہوئی جب کہ مجنوںؔ 1967 میں پاکستان چلے گئے تھے۔مجنوں نے یقیناً یہ نوٹ 1965 سے قبل لکھا ہوگا لیکن اس کی اشاعت 1972 میں ہوسکی۔ ’قفس سے آشیاں تک‘ میں جتنی نظمیں شامل ہیں، سب کا لہجہ (tone) باغیانہ ہے۔ بعد میں جب ہم ہندیؔ کی نظموں میں ان کی شخصیت کی تپش سے مماثلت کا مطالعہ کرتے ہیں تو دونوں میں واضح فرق نظر آتا ہے۔ بعد کا ہندیؔ 1960 سے قبل کے ہندیؔ سے زیادہ سرد، نرم خو اور بامروّت نظر آتا ہے۔ بعد کے ہندیؔ نے گھن گرج والی نظمیں نہیں کہیں بلکہ انھوں نے غزلیں کہی ہیں، جن کا لہجہ بہت ملائم، نرم اور عاشقانہ ہے۔ کچھ رومانی نظمیں اور گیت بھی لکھے ہیں جن کا لہجہ شائستہ ہے۔

تری خاطر نہ سمجھا زندگی کو زندگی میں نے
لٹا ڈالی جوانی بھی بنامِ عاشقی میں نے
زمیں سے آسماں تک میری ہستی کا تصرف ہے
گلوں کو رنگ بخشا مہر و مہ کو روشنی میں نے

ہندیؔ گورکھپوری گہوارۂ علم وادب گورکھپور کے دُرِّ نایاب تھے۔ آسمانِ ادب کے درخشندہ ستارہ۔ ابھی ان کی حیثیت اور مرتبے کی شناخت کرنے میں زمانے کو بہت وقت درکار ہے۔ وہ معتبر شاعر تھے، ان کی شاعری حسن وعشق کی شاعری بھی ہے اور غربت وافلاس کی ترجمانی کی شاعری بھی۔انھوں نے اپنی شاعری میں معاشرتی نظام کی کشمکش کی بھی ترجمانی کی ہے اور ایک مجاہدِ آزادی کی طرح انھوں نے قومی ترقی، قومی یکجہتی، غلامی سے آزادی کی طرف کے سفر کے علاوہ ظلم و ناانصافی اور جبر وتشدد کے خلاف شاعری کی ہے مگر ان کے شعری فہم و فراست کا اندازہ لگانے میں اردو قارئین اکثر قاصر رہے ہیں۔ یہ بات تو مسلّم ہے کہ ہندیؔ کے لیے ان کی شاعری کو منظرِ عام پر لانے اور اس کا اظہار Expose کر کے دنیا سے اعتراف کرانے میں ان کی انکسار پسند طبیعت حائل تھی ۔انھیں مرزا غالبؔ کی طرح سخنورانِ کاملان گورکھپور کے سامنے اپنے بیانیہ کو مضبوطی سے پیش کرنا چاہیے تھا، جیسا غالبؔ نے کیا۔ وہ ذوق سے ہمیشہ متصادم رہے اور اس تصادم میں وہ شہنشاہ ظفر سے بھی ٹکرا جاتے تھے۔ ’بنا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا‘ جیسی پیش رفت ہندیؔ نے اپنایا ہوتا تو ہم آج ایک دوسرے غالبؔ سے روبرو ہو رہے ہوتے۔ ہندی ’شعلۂ گل‘ میں لکھے اپنے ایک مختصر نوٹ ’کیا میں اور کیا میری شاعری...؟‘ میں خود اعتراف کرتے ہیں کہ ان کی شاعری کا مسلک رجائیت پسندی (Optimistic) رہا ہے۔ ’میری زندگی کا مسلک انتہار جائی اور شاعری میں میرا مسلک ادب برائے زندگی ہے۔ میری شاعری ہمیشہ مقصدی اور تعمیری رہی ہے۔‘[3]

’شعلۂ گل‘ 1984 میں شائع ہوا۔ اس میں 125 غزلیں شامل ہیں۔ان میں جنسِ گراں کی غزلیں بھی شامل ہیں۔ ’شعلۂ گل‘ کی غزلوں میں 1930 تک کی غزلیں شامل ہیں، یعنی 13 سال کی عمر میں کہی ہوئی غزلیں بھی ’شعلۂ گل‘ کی زینت بنی ہیں۔ رومانی نظمیں اور کچھ گیت بھی

قارئین! اب ’ہماری زبان‘ کا مطالعہ انجمن ترقیِ اردو (ہند) کی ویب سائٹ www.atuh.org پر بھی کر سکتے ہیں جہاں اِسے مفت میں ڈاؤن لوڈ کرنے کی سہولت بھی موجود ہے۔

ہیں۔ رومانی نظمیں غزل کی ہیئت میں لکھی گئی ہیں۔ محبت، اپنی... کے نام، کیاتم مجھ سے اب نہ ملوگی، یادِرفتہ، نامہ و پیام، دل، محبت اور خدا، ہم تم، آؤ چلیں اس پار، بارگاہِ حسن میں، میں طائر ہوں وغیرہ ایسی نظمیں ہیں جن میں حسن و عشق کے فسانے تو پیش کیے گئے ہیں مگران میں نغمگی اور روانی بھی بہت ہے۔ ان تمام دلکش نظموں کو ہندی گورکھپوری مشاعروں میں اپنی پُرکشش آواز میں ترنم کے ساتھ پڑھ کر سامعین کو مسحور کر دیا کرتے تھے۔ سامعین ان نظموں کے جادو میں کھوجاتے تھے۔ مثلاً 'میری نظر کے آنسوؤں میں یوں ہی حسرت بن کے بہوگی۔ کیاتم مجھ سے اب نہ ملوگی۔' یا 'میری زبیدہ چھوڑو بھی اس ہستی کے جنجالوں کو، آؤ چلواس پارچلیں' یا ایک دوسری نظم ہے 'اپنی... کے نام'۔ 'جہانِ آب وگل سے دوراک دنیا بساؤں گا۔ محبت کے حسیں پھولوں سے میں اس کو سجاؤں گا'۔ اس نظم میں کھل کر شاعر اپنی معشوقہ کے لیے ایک نئ دنیابسانے کا خواب دیکھ رہا ہے۔ عنوان میں اس کا نام حذف کر دیا گیا ہے جب کہ 'آؤ چلیں اس پار' میں شاعر نے خاص طور سے زبیدہ کا نام لیاہے۔ رومانی نظموں میں جتنے عنوانات شامل ہیں ان کا لہجہ مدھم، رواں اور جذبوں میں تپش کا عنصر نمایاں ہے۔ ہندی کی ایک نظم 'ہم تم' ہے، اس خوب صورت نظم میں بھی وہ اپنی معشوقہ سے کہیں دور دوسری دنیامیں جانے کی یقین دہانی کرارہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یہ دنیا ان کے جذبوں اور خواہشات کی تکمیل کی اہل نہیں ہے۔ ہندی کی یہ نظم اعلا درجے کی رعنائیِ خیال کی مظہر ہے:

جہاں بھی چلیں ماہ وانجم چلیں گے
یہاں سے بہت دورہم تم چلیں گے

غالب کاایک شعر ہے:

منظر اک بلندی پر اور ہم بناسکتے
عرش سے ادھر ہوتا کاشکے، مکاں اپنا

ہندی گورکھپوری نے غالب کے اس شعر سے بہت گہرائی سے اثر قبول کیا ہے۔ غالب نے دنیا کے مکروفریب، تنگ دامانی، ظلم وزیادتی، فتنہ و فساد، بےاطمینانی و بےچینی سے پریشان ہوکرایک پُرسکون جگہ کی تعمیر کی خواہش ظاہر کی تھی۔ اسی خیال کو ہندی نے بھی پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ یقینی طور پر ہندی کے تخیلات غالب کے ذہنی اڑان سے بہت پیچھے ہیں مگرانھوں نے کوشش بہت اچھی کی ہے:

چلو اک نیا آشیانہ بنائیں
زمانے سے آگے زمانہ بنائیں
بلندیِ عرش بریں سے بھی آگے
بنائیں اگر آشیانہ بنائیں
دنیا سے دورہٹ کے تو اپنا جہاں بنا
یعنی نئ زمیں نیا آسماں بنا

ہندی نے ایک سانیٹ میں بھی ہو بہو یہی خیال پیش کیا ہے:

دور اس دنیاے آب وگل سے دور
اک نیا عالم بساؤں گا میں اب

ان کی نظم 'اپنی... کے نام' کے پہلے شعر میں اسی خیال کی ترجمانی کی گئی ہے:

جہانِ آب وگل سے دور اک دنیا بساؤں گا
محبت کے حسیں پھولوں سے میں اس کو سجاؤں گا
مہ و انجم میں کیف نور بن کر جگمگاؤں گا
میں تم کو ساتھ لے کر اس افق کے پار جاؤں گا

'دوراس دنیاے آب وگل سے دور' اور 'جہانِ آب وگل سے دور ایک دنیابساؤں گا' یہ دونوں مصرعے آپس میں متصادم ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندی کے ذہن میں یہ خیال کتنا ہنگامہ برپا کیے ہوئے تھا۔ ہندی اپنے ذہنی اتھل پتھل کو سنبھال پانے سے قاصر تھے اور بار بار یہ خیال ان کے قلم کی نوک سے ٹپک پڑنے کے لیے بیتاب ہورہا تھا۔

ہندی کی ایک نظم 'آؤ چلواس پارچلیں' میں بھی غالب کے اس شعر کی جھلک ملتی ہے۔ اس نظم میں ہندی نے باقاعدہ اپنی معشوقہ کا نام بھی لیاہے۔ اختر شیرانی نے اپنی زیادہ تر رومانی نظمیں سلمٰی، صفیہ، نسیمہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ جاں نثاراختر نے بھی کچھ ایک نظموں میں صنفِ نازک کے ناموں کا ذکر کیا ہے۔ ہندی نے بھی اس روایت پرعمل کرتے ہوئے اس نظم کو زبیدہ کے نام سے منسوب کیا ہے:

میری زبیدہ' چھوڑو بھی اس ہستی کے جنجالوں کو
اس پریت کے تیکھے تیور کو ان آہوں کو ان نالوں کو
اس پھیکی پھیکی محفل کو ان خالی خالی پیالوں کو
اس پار کے رہنے والوں کو محکوموں کو کنگالوں کو
آؤ چلو اس پار چلیں

شاعری میں ترنم، غنائیت اور نغمگی بھی اسی طرح ضروری ہے جیسے روانی۔ ہندی کی شاعری کا اہم عنصر نغمگی اور روانی ہے۔ نغمگی اور روانی شاعری کا خمیر ہے۔ انگریزی نقاد اور شاعر سوین برن نے اچھی شاعری میں جن چیزوں کی ضرورت پر زور دیا ہے، اس میں ایک شرط آہنگ کا ہونا بھی ہے۔ جیسا سوین برن کہتا ہے۔ اگر کسی شعر میں روانی نہیں ہے تو اس میں آہنگ کا پیدا ہونا مشکل ہے۔ ہندی کی رومانی نظمیں، غزلیں یا انقلابی نظمیں سبھی اسی زیروبم کے اثر میں بندھی ہوئی ہیں۔ 'شعلۂ گل' ہو یا 'قفس سے آشیاں تک' کہیں سے مثال کے طور پر تغزل اور نغمگی سے مزین اشعار پیش کیے جاسکتے ہیں۔ ہندی اس کی وضاحت تھوڑی تفصیل سے کرتے ہیں۔ 'اگر نظموں کی طرح غزلوں میں بھی زندگی کے ترقی پسند عناصر اور مستقبل کی تابناکیاں سمودی جائیں تو 'ادب براے زندگی' کے ادعا کی تکمیل ہوجائے۔ چناں چہ میں نے سیاسی، قومی اور انقلابی رجحانات وجذبات کو غزلوں میں سمویا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مشاعروں میں قومی اور انقلابی نظموں کے علاوہ میری ان غزلوں کا رنگ زیادہ جمنے لگا جو اپنی تمام فصاحت، نغمگی اور روانی کے ساتھ سیاسی اور انقلابی رجحانات کی حامل تھیں۔' 4

'شعلۂ گل' کی ایک غزل کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے:

اے سکونِ دل، اے قرارِ جاں، مری چھیڑ پر نہ ہو بدگماں
یہ دمکتے تارے' یہ کہکشاں' تو کہے تو نوچ کے لاؤں میں

دمِ صبح اٹھ کے بصد ادا مرے پاس سے جو چلی ہو تم
مرا عشق مجھ سے مچل گیا کہ سحر کو رات بناؤں میں

وہ ملیں گے ہندی سے اب کے گر، تو بہ شوق پوچھوں گا ان سے میں
جو لکھی ہے میں نے غزل نئ' مجھے حکم ہو تو سناؤں میں

یہ غزل بہت طویل نہیں ہے۔ اس میں صرف پانچ شعر ہیں مگر اس میں حسن و عشق کی پوری جلوہ افروزیاں اپنے عروج پر نظر آرہی ہیں۔ دم صبح اٹھ کے بصدادا... اس شعر میں شب کے دوران وقوع پذیر ہونے والے تمام واقعات کا اظہار کھل کر کیا گیا ہے۔ عاشق اپنے محبوب سے اپنے اختلاط وتلذّذ کا بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ صبح جو تم جانے لگی تو عشق مچل گیا۔ یہاں غور کرنے والی بات یہ ہے کہ اردو شاعری کی قدیم روایات سے انحراف کرتے ہوئے شاعر نے محبوب کو صیغۂ تانیث میں پیش کیا ہے۔ یہ نہیں کہ محبوب جانے لگا بلکہ وہ کھل کر کہتا ہے کہ جب تم جانے لگی تو عشق نے مچل کر مجھ سے کہا کہ میں سحر کو شب میں بدل دوں تاکہ اس کا محبوب اس کے پاس مزید قیام کرنے پر مجبور ہوجائے۔ عاشق کا جذبۂ عشق بہت بیدار ہے اور وہ اپنے محبوب کے لیے دمکتے تارے اور کہکشاں تک نوچنے کی بات کرتا ہے کہ کچھ بھی ہو اس کا محبوب اس سے ناراض نہ ہو۔ ہندی کی ایک رومانی نظم 'کیاتم مجھ سے اب نہ ملوگی' میں انھوں نے اپنے محبوب سے اختلاط کی بہت عمدہ منظرکشی کی ہے:

میری نظر سے آنسوؤں میں کیا یوں ہی حسرت بن کے بہوگی
چال زمانہ جو چلتا ہے چال وہی کیاتم بھی چلوگی
موم سادل پہلو میں رکھ کر مجھ پہ اتنا ظلم کروگی
جتنا تم نزدیک ہو مجھ سے کیا اتنا ہی دور رہوگی
کیاتم مجھ سے اب نہ ملوگی

لیکن ایک وقت ایسا آیا جب غنائیت کا اتنا بڑا شاعر خود اپنی خول میں سمٹنے لگا۔ پہلی وجہ تو خانگی مسائل ہوسکتے ہیں مگر دوسری سب سے بڑی وجہ ان کی انانیت تھی جو سازشی لوگوں کے منہ نہیں لگنا چاہتی تھی:

خونِ مزدور سستا ہے مہنگا بھی ہے
اس سے بنتے ہیں لعل وگہر آج بھی
عافیت ہی تو ہندی میسر نہیں
ورنہ ہوتی ہے یوں تو بسر آج بھی

'شعلۂ گل' میں عافیت کی تلاش کے موضوع پر ہندی کے درجنوں اشعار ہیں۔ صرف عافیت پسندی ہی نہیں بلکہ وہ ان اشعار کے ذریعے کھل کر اپنے غم واندوہ کا اظہار بھی کرتے ہیں:

آ کے دنیا میں تری ہم کتنے مجبور
نہ تو اقرار ہی تیرا ہے نہ انکار اپنا
آسودگی کا دور تلک نام بھی نہیں
آزردۂ حیات کی دنیا غریب ہے

ہندی کی شاہکار نظم 'ہماراوطن' ہے جسے انھوں نے 1952 میں لکھی تھی۔ ہندی کا دعوا ہے کہ اس سے قبل اس طرز پر اردو میں کوئی نظم نہیں تھی اور اس کے بعد اس طرز پر سیکڑوں نظمیں لکھی گئیں۔ ہندی نے اس نظم کو سب سے پہلے اردو کانفرنس بستی کے مشاعرے میں پڑھی تھی۔ یہ نظم کافی طویل ہے، اس کے دو حصے ہیں۔ نظم میں ترکیبیں اور استعارے بےحد آسان فہم اور دلکش ہیں۔ ہندی کو بھی اپنی نظم کی معنویت اور اس کی عظمت کا خوب احساس تھا:

اس کے پربت غنیموں کو ہمت شکن
اس کے رکشک یہ صحرا یہ انمول بن
اس میں ارجن کا دل ہیر کا بانکپن
اس کی ہر اک کلی ہے چمن درچمن
رشکِ لعلِ یمن رشک درعدن
یہ ہمارا وطن ہے ہمارا وطن

اگر حسین، غنائی اور پُرکشش نظموں کا ذکر کیا جائے تو 'سویرا' ایک ایسی ہی نظم ہے جس میں آج بھی اسی طرح تروتازگی محسوس ہوتی ہے۔ ہندی اکثر اپنی مترنم آواز میں اس نظم کے بند کو پڑھ کر صبح اپنے سو رہے بچوں کو جگایا کرتے تھے۔

گلشن میں کھلائیں اب کے ہم اس طرح کے رنگیں گل بوٹے
مہکادے جہاں خوشبو جن کی اور رنگ نہ پھر جن کا چھوٹے
دامن نہ بھریں جو گل چیں کا جن کو نہ خزاں آ کر لوٹے
اے غنچو! اٹھو! جاگو! کہ صبا پیغام مسرت لائی ہے

ہندی کی ایک بہترین نظم کا عنوان ہے 'لوٹ لو'۔ یہ نظم تحریک 1942 سے متاثر ہوکر لکھی گئی ہے۔ نظم بہت خوب صورت ہے۔ اس میں شاعر عوام کو پیغام دے رہا ہے کہ اگر گلستاں تمھارے واسطے نہیں ہے تو اسے بھی لوٹ لو۔ انھوں نے قاری کو تحکمانہ لہجے میں مخاطب کیا ہے۔ یہ پوری نظم فرمانِ شاعر ہے جس میں ہدایات جاری ہوئی ہیں۔ 'جو تم سے سرکشی کرے اس کارواں کو لوٹ لو'، 'تمھارے واسطے نہیں تو گلستاں کو لوٹ لو' وغیرہ وغیرہ۔ اس نظم میں کل آٹھ شعر ہیں اور ہر شعر میں نئے لفظیات اور نئی ترکیبوں کا استعمال کیا گیا ہے:

لگا کے نعرۂ عمل، زمیں زماں کو لوٹ لو
تمھارے ولولے جواں ہیں دو جہاں کو لوٹ لو ...(بقیہ صفحہ 7 پر)

برِّصغیر کے ممتاز شاعر قتیل شفائی

سراج زیبائی

قتیل شفائی کو اللہ نے ایسی تخلیقی توانائی سے نوازا جس سے اردو ادب کا دامن بھی مالا مال ہوتا رہا۔ آپ کے متحرک قلم نے ادب اور زندگی کو جو خوب صورتی بخشی ہے، وہ ادب کے لیے ایک نعمت سے کم نہیں۔ قتیل شفائی کی عظمت خود ان کی خوش اخلاقی اور خوب صورت کردار کی آئینہ دار ہے۔ موصوف کی شاعری کو پڑھ کر ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی شاعری امتزاجی شعریات سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔ انھوں نے اپنے فکر وفن میں حد درجہ وسعت پیدا کی ہے جبھی تو ان کو برِّصغیر کے اہم ترین شعرا میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان کی تقریباً پوری شاعری میں حسن وعشق ان کا خاص موضوع رہا۔ قتیل صاحب نے اپنی شاعری کے دھارے کو رومانیت کی طرف موڑا۔ جس طرح اختر شیرانی، ساحر لدھیانوی اور کیفی اعظمی وغیرہ کی شعری سرمستیاں مختلف شعری پیرایے میں جلوہ گر ہوتی ہیں، بالکل اسی طرح قتیل صاحب کے ہاں بھی یہ کیفیت دیکھنے کو ملتی ہے۔ قتیل شفائی رومانی تحریک کے روحِ رواں تھے۔ ان کا کینوس بہت وسیع تھا۔ ان کی فکر اور ان کی طرزِ تحریر کو کسی دائرے میں قید نہیں کیا جاسکتا۔

ہم ان کے شعری منظرنامے کا بغور مشاہدہ کریں گے تو ہمیں اس میں معانی در معانی کی تاثیر صاف نظر آئے گی۔ انھوں نے عشق کے موضوع پر نئے زاویے تراشے ہیں اور تغزل کا نیا روپ دھارا ہے اور نہایت خوب صورت ڈھنگ سے حسن وعشق کے رموز ونکات سے غزل کو آراستہ کیا ہے۔

قتیل شفائی کی پیدائش 1919 میں ہری پور ہزارہ، پاکستان میں ہوئی۔ ابتدائی زمانے میں موصوف نے حکیم یحیٰ خاں شفائی سے اپنے کلام کی اصلاح لی، اسی مناسبت سے شفائی کہلائے۔ بعد میں کچھ عرصہ احمد ندیم قاسمی سے بھی مشورۂ سخن کیا۔

قتیل کی شاعری کی حقیقی تفہیم کے لیے ان کی زندگی اور شاعرانہ پس منظر پر ایک نظر ڈالنی چاہیے۔ ان کا گھرانہ مذہبی وادبی گھرانہ تھا۔ ایک مرتبہ کسی واعظِ خوش بیاں نے حضرت امام حسین کے لیے 'قتیلِ تیغِ جفا' کی ترکیب استعمال کی۔ محمد اورنگ زیب (قتیل شفائی) نے جب یہ سنا تو یہ ترکیب انھیں بہت پسند آئی تب سے انھوں نے اپنا تخلص قتیل اختیار کرلیا۔

سب سے پہلے دیکھتے ہیں قتیل کے یہ اشعار جن میں ان کا مخلصانہ جذبۂ محبت کس سادگی سے ظاہر ہوا ہے:

اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں سجائے مجھ کو
میں ہوں تیرا تو نصیب اپنا بنالے مجھ کو

یہ معجزہ بھی محبت کبھی دکھائے مجھے
کہ سنگ تجھ پہ لگے اور زخم آئے مجھے

قتیل اب دل کی دھڑکن بن گئی ہے چاپ قدموں کی
کوئی میری طرف آتا ہوا محسوس ہوتا ہے

ان کے شعروں میں جذبات کی بے پناہ لہریں ہوتی ہیں۔ کہیں مدھم مدھم تو کہیں تیز۔ تنہائی اور محرومی کا احساس ان کے اشعار کا غالب رنگ ہوتا ہے۔ ان اشعار میں جذبات کے وفور نے بلا کا سوز وگداز بھر دیا ہے۔ انھوں نے اپنے شعروں میں اپنے جذبات واحساسات کی بھرپور ترجمانی کی ہے اور مختلف موضوعات پر شاعری کی ہے۔ اس میں تنوع اور رعنائی پیدا کرکے اپنی انفرادیت کا نقش قائم کیا ہے۔

فراق اور ہجر تو غزل کے بنیادی موضوعات ہوتے ہیں جنھیں شاعر اپنے طریقے سے شعری سانچے میں ڈھالتا ہے۔ جذباتی انداز میں کہے گئے یہ اشعار ملاحظہ ہوں جن میں آپ کو بلا کا سوز وگداز ملے گا:

یوں لگے دوست ترا مجھ سے خفا ہو جانا
جس طرح پھول سے خوشبو کا جدا ہو جانا

کچھ کہہ رہی ہیں آپ سے سینے کی دھڑکنیں
میرا نہیں تو دل کا کہا مان لیجیے

وہ دل ہی کیا ترے ملنے کی جو دعا نہ کرے
میں تجھ کو بھول کے زندہ رہوں خدا نہ کرے

میں اپنے دل سے نکالوں خیال کس کس کا
جو تو نہیں تو کوئی اور یاد آئے مجھے

یوں تسلی دے رہے ہیں ہم دلِ بیمار کو
جس طرح تھامے کوئی گرتی ہوئی دیوار کو

اس طرح ان کا ہر شعر اپنا ایک منفرد وجود رکھتا ہے جو محبت والفت کے حوالے سے نئے رنگ وروپ میں دکھائی دیتا ہے۔

قتیل نے اپنی شاعری میں جو طرزِ اظہار اور اسلوب اپنایا ہے وہ نہایت دلکش بھی ہے، سحر انگیز اور اثر انگیز بھی۔ ان کے اشعار میں سوز وگداز کی کیفیت، تغزل کا رنگ، زبان وبیان کا خاص انداز اور مزاج کا والہانہ پن بھی نظر آتا ہے۔ ایک عام انسان کی بے چارگی ومحرومی جب ایک شاعر کے فکر میں جذب ہوجاتی ہے تو وہ شعر کا روپ دھار لیتی ہے۔ موجودہ معاشرے کی سچائیوں کو ہم قتیل کی شاعری میں بآسانی تلاش کر سکتے ہیں۔ یہاں وہ دل کے ٹوٹنے بکھرنے کی داستان اس طرح بیان کرتے ہیں:

تم پوچھو اور میں نہ بتاؤں ایسے تو حالات نہیں
ایک ذرا سا دل ٹوٹا ہے اور تو کوئی بات نہیں

ان کے ہاں غم کا تصور دیکھیے جو دوسروں کے غم کو اپنی ذات اور فکر کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کا سلیقہ عطا کرتا ہے۔ کہتے ہیں:

ستم تو یہ ہے کہ وہ بھی نہ بن سکا اپنا
قبول ہم نے کیے جس کے غم خوشی کی طرح
کیوں شریکِ غم بناتے ہو کسی کو اے قتیل
اپنی سولی اپنے کاندھے پر اٹھاؤ چپ رہو

اس طرح انھوں نے زمانے کی ستم ظریفیوں کو غزل کا لطیف پیکر عطا کیا اور زمانے کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھ کر اپنی شاعری کے دامن میں اس طرح بھرلیا ہے:

ہمیں تو آج کی شب پو پھٹے تک جاگنا ہوگا
یہی قسمت ہماری ہے ستارو تم تو سو جاؤ

وہ میرا دوست ہے سارے جہاں کو ہے معلوم
دغا کرے وہ کسی سے تو شرم آئے مجھے

اپنی شاعری میں موصوف نے جو بھی الفاظ برتے ہیں وہ سب کے سب بالکل عام فہم اور سہل ہیں۔ مروّجہ اور بالکل بول چال کے الفاظ کے استعمال سے شاعری کو خوبصورتی عطا کی ہے۔ ان کی شاعری میں ہمیں زندگی کی دھڑکنیں صاف سنائی دیتی ہیں۔ ان کے شعری مزاج میں صاف گوئی ہوتی ہے۔ شاعری کے ریشمی آنچل میں قتیل نے ویسے زندگی کے کئی موضوعات پیش کیے ہیں۔ ان میں حسن وعشق ان کا خاص موضوع رہا ہے۔ اس ضمن میں یہ چند اشعار ہیں جو ان کی وقعت واہمیت کا تعین کرتے ہیں:

حسن کو چاند جوانی کو کنول کہتے ہیں
ان کی صورت نظر آئے تو غزل کہتے ہیں
اف وہ مرمر سے تراشا ہوا شفاف بدن
دیکھنے والے اسے تاج محل کہتے ہیں

کیا جانے کس ادا سے لیا تو نے میرا نام
دنیا سمجھ رہی ہے کہ سچ مچ ترا ہوں میں

گنگناتی ہوئی آتی ہیں فلک سے بوندیں
کوئی بدلی تری پازیب سے ٹکرائی ہے

جب بھی آتا ہے مرا نام ترے نام کے ساتھ
جانے کیوں لوگ مرے نام سے جل جاتے ہیں

حسن وعشق سے لبریز ایسے خوبصورت اشعار کہہ کر قتیل صاحب نے اپنی شاعری کو نئی فکر کے ساتھ انفرادیت عطا کی ہے۔ ان کے ہاں کہیں بھی سطحی یا عامیانہ قسم کا کوئی بھی شعر نہیں ملے گا۔ قتیل کا طرزِ اظہار نہایت دل نشیں اور لہجہ نہایت نرم وملائم ہوتا ہے۔ ان کی ترکیبیں ایسی سیدھی سادی ہوتی ہیں کہ مفہوم فوراً ذہن نشیں ہو جاتا ہے۔ وہی شاعری بڑی شاعری کے زمرے میں آتی ہے جس میں جذبات کے اظہار کے ساتھ سلیقہ ہو، فنکاری ہو، نغمگی اور ترنم بھی۔

قتیل کی شعری کائنات پر جب ہم ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو اس میں ہمیں شکستہ دلوں کی آوازیں بھی سنائی دیتی ہیں:

آیا ہی تھا ابھی مرے لب پر وفا کا نام
کچھ دوستوں نے ہاتھ میں پتھر اٹھا لیے

صدمہ تو ہے مجھے بھی کہ تجھ سے جدا ہوں میں
لیکن یہ سوچتا ہوں کہ اب تیرا کیا ہوں میں

...(بقیہ صفحہ 6 پر)

اردو دُنیا

تلنگانہ کی یونی ورسٹیوں میں
خالی اساتذہ کی اسامیوں کو پُر کرنے کا مطالبہ

حیدرآباد (27 اکتوبر)۔ اسٹوڈنٹس فیڈریشن آف انڈیا (ایس ایف آئی) تلنگانہ یونٹ نے کل ریاستی حکومت سے یونی ورسٹیوں میں خالی تدریسی اور غیر تدریسی اسامیوں کو پُر کرنے کے علاوہ زیرِ التوا مسائل کو حل کرنے کا مطالبہ کیا۔ ایس ایف آئی تلنگانہ اسٹیٹ یونٹ کے صدر آر ایل مورتی اور سکریٹری ٹی ناگاراجو نے تلنگانہ کونسل فور ہائر ایجوکیشن کے چیئرمین پروفیسر وی بالکشنا ریڈی سے نمائندگی کی اور کہا کہ یونی ورسٹیوں میں پانچ ہزار سے زائد تدریسی اور غیر تدریسی اسامیاں خالی ہیں جنھیں گذشتہ کئی برسوں سے پُر نہیں کیا گیا ہے جس کی وجہ سے بعض کورسز بند ہوگئے ہیں۔ یونی ورسٹیوں کی جانب سے ریگولر کورسوں کو سیلف فائنانس موضوعات میں تبدیل کیا جارہا ہے اور طلبہ سے فیس لی جارہی ہے۔ انھوں نے تلنگانہ کونسل فور ہائر ایجوکیشن پر زور دیا کہ سیلف فائنانس موضوعات کو ریگولر پروگراموں میں تبدیل کیا جائے۔ ایس ایف آئی نے کونسل فور ہائر ایجوکیشن سے اس بات کے لیے بھی زور دیا کہ ریاست میں نئی قومی تعلیمی پالیسی پر عمل درآمد نہ کیا جائے کیوں کہ اس سے معاشی طور پر کمزور طبقات تعلیم حاصل نہیں کرپائیں گے۔ انھوں نے کونسل سے ایک اور کونسلنگ منعقد کرنے کی بھی خواہش ظاہر کی تاکہ طلبہ کا ایک تعلیمی سال ضائع نہ ہو۔ (سیاست۔حیدرآباد)

گورنمنٹ کالج مدھول میں
اردو میڈیم لکچرر کا تقرر کیا جائے

بھینسہ، تلنگانہ (27 اکتوبر)۔ جماعتِ اسلامی ہند شاخ بھینسہ کا ایک وفد جس میں امیرِ مقامی مبین احمد فردوسی، حفیظ خاں، عزیز خاں اور عبدالاحد و دیگر شامل تھے، نے سیّد شاہد ملن (ٹاؤن صدر کانگریس پارٹی) کی قیادت میں سابق رکنِ اسمبلی و تعلقہ مدھول کانگریس پارٹی انچارج بھوسلے نارائن راؤ پٹیل سے ان کی قیام گاہ پر ملاقات کی اور ایک تحریری یاداشت پیش کرتے ہوئے واقف کروایا کہ مدھول گورنمنٹ جونیر کالج میں گیسٹ زوالوجی لکچرر (اردو میڈیم) کے عہدے کی دوبارہ بحالی کی فوری ضرورت ہے جسے کنٹالہ جونیر کالج (تلگو میڈیم) میں بلا جواز منتقل کیا گیا ہے اور بتایا کہ مدھول گورنمنٹ جونیر کالج کے اردو میڈیم سیکشن میں اطراف واکناف کے مواضعات کے طلبہ کی بڑی تعداد تعلیم حاصل کرنے کے لیے آتی ہے تاہم کالج پرنسپل مسٹر سنیل کمار اردو میڈیم طلبہ کے ساتھ امتیازی رویّے کا مظاہرہ کررہے ہیں۔ حال ہی میں 3 اکتوبر 2024 کو پرنسپل نے آر جے ڈی کو اطلاع دی کہ گیسٹ زوالوجی جونیر لکچرر ڈیوٹی پر رپورٹ کرنے میں ناکام رہے ہیں جب کہ تلنگانہ حکومت کی جانب سے جولائی 2024 میں ریگولر جونیر لکچررس کے تبادلے عمل میں آنے پر ضلع نظام آباد کے گورنمنٹ جونیر کالج پر خدمات انجام دینے والے زوالوجی گیسٹ لکچرر کا مدھول گورنمنٹ جونیر کالج پر 24 ستمبر کو تقرر عمل میں لانے پر گیسٹ لکچرر نے 23 اور 24 اکتوبر 2024 کو رپورٹ کرتے ہوئے صحت کے مسائل کی وجہ سے پرنسپل سے ایک ہفتے کی رخصت لی تھی، اس کے باوجود پرنسپل نے آر جے ڈی کے سامنے حقائق کو غلط طریقے سے پیش کیا جس کے نتیجے میں اردو میڈیم زوالوجی لکچرر کی اسامی کنٹالہ گورنمنٹ جونیر کالج (تلگو میڈیم) میں منتقل کردی گئی۔ اس کارروائی سے اردو میڈیم سیکشن کے طلبہ کے ساتھ بڑی ناانصافی ہوئی ہے، ان کی تعلیم بُری طرح متاثر ہورہی ہے جس پر سابق رکنِ اسمبلی تعلقہ مدھول بی نارائن راؤ پٹیل نے وفد کو یقین دلاتے ہوئے کہا کہ اس مسئلے سے اعلا عہدیداروں کو واقف کرواتے ہوئے اسے حل کیا جائے گا تاکہ طلبہ کی تعلیم متاثر نہ ہو۔

(سیاست۔حیدرآباد)

گورنمنٹ اردو ہائر سیکنڈری اسکول
جریرپورہ، برہان پور کی طالبات کا احتجاج
غیر اردو داں اساتذہ ہمیں قبول نہیں ہیں

برہان پور (23 اکتوبر)۔ مدھیہ پردیش میں سب سے زیادہ اردو اسکول برہان پور میں واقع ہیں۔ گذشتہ کچھ سالوں سے اردو اسکولوں میں مستقل غیر اردو داں اساتذہ کا تقرر جاری ہے جس کی وجہ سے بچوں کا مستقبل برباد ہورہا ہے۔ گورنمنٹ اردو ہائر سیکنڈری اسکول جریرپورہ، برہان پور کی طالبات نے 21 اکتوبر 2024 کو شام چھے بجے ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر سنتوش سولنکی کو میمورنڈم پیش کرتے ہوئے اپنا احتجاج درج کرایا۔ طالبات نے اپنا مطالبہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ غیر اردو داں اساتذہ ہمیں قبول نہیں ہیں۔ جن اساتذہ کو اردو پڑھنا نہیں آتا وہ ہمیں کیسے پڑھا سکتے ہیں۔ ان اساتذہ کی طرف سے سمجھائی گئی سائنس، حساب اور معاشیات کی اصطلاحات ہمیں بالکل سمجھ میں نہیں آتیں، اس لیے ہمارے اسکول میں اردو میڈیم کے اساتذہ کا تقرر کیا جائے۔ اگر تین دنوں میں ہمارے مطالبات پر غور نہیں کیا گیا تو ہم بڑے پیمانے پر احتجاج کریں گے اور اسکول کو تالا لگا دیا جائے گا۔ جب تک ہمارا مسئلہ حل نہیں ہوجاتا ہم اسکول اسٹاف و مینجمنٹ کو کسی بھی قسم کے کام کرنے نہیں دیں گے۔ اس موقعے پر طالبات کے ساتھ ان کے والدین بھی بڑی تعداد میں موجود تھے۔ طالبات کے اس پورے احتجاج کی رہنمائی دارالسرور ایجوکیشن سوسائٹی برہان پور کے اراکین کررہے تھے۔

(ممبئی اردو نیوز۔ممبئی)

اردو ٹرینڈ اساتذہ کے وفد کی چیئرمین سے ملاقات

کوہیر (17 اکتوبر)۔ اردو ٹرینڈ اساتذہ کے ایک وفد نے سابق ٹی ایس آئی ڈی سی کے چیئرمین محمد تنویر سے آج ایک خصوصی ملاقات کی۔ اس ملاقات کا مقصد اردو اساتذہ کی اسامیوں اور ان پر تقرری کے حوالے سے موجود مسائل اور مشکلات کو پیش کرنا تھا۔ وفد نے اس موقعے پر زور دیا کہ ڈی ایس سی 2024 کے تحت اردو اساتذہ کی تقرری میں مخصوص زمرے کی خالی اسامیوں کو میرٹ کی بنیاد پر پُر کیا جائے تاکہ اردو زبان و تعلیم کو فروغ ملے اور طلبہ کے مستقبل کو بہتر بنایا جاسکے۔ وفد نے جناب محمد تنویر کے سامنے اپنی عرض داشت پیش کی کہ وہ ریاستی وزیرِ اعلا ریونت ریڈی تک اردو اساتذہ کی نمائندگی کو لے جائیں اور ان کے مسائل کو حل کرنے کے لیے فوری اقدام کریں۔ (اعتماد۔حیدرآباد)

انجمن ترقی اردو جھارکھنڈ کا جلسہ

رانچی (پریس ریلیز، 28 اکتوبر)۔ 27 اکتوبر کو گوگل میٹ پر انجمن ترقی اردو جھارکھنڈ کی توسیعی میٹنگ ضیاءالمبین انصاری صاحب کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اس آن لائن میٹنگ میں رانچی، جمشید پور، دھنباد، بوکارو، ڈالٹن گنج، لاتیہار، گملا، کھونٹی، گریڈیہ، گڈا، ہزاری باغ، دمکا، رام گڑھ اور چترا کے نمائندے شامل ہوئے۔

31 اضلاع میں انتخاب مکمل ہونے پر خوشی کا اظہار کیا گیا اور 9 اضلاع میں خصوصاً گملا، سمڈیگا، لوہردگا، کھونٹی، چترا، صاحب گنج، پاکڑ اور دیوگھر میں 10 ماہ کے بعد بھی انتخاب نہ کرائے جانے پر فکرمندی کا اظہار کیا گیا۔

گملا کے محمد عاشق انصاری نے نومبر کے پہلے ہفتے میں انجمن کا انتخاب کرالینے کی یقین دہانی کرائی۔

کھونٹی کے کمال اختر نے اس ماہ کے اواخر تک یا نومبر کے اوائل میں انتخاب کرانے کی بات کہی۔

ڈاکٹر ہمایوں اشرف (صدر انجمن ہزاری باغ) نے مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ جہاں دس ماہ کے بعد بھی انجمن کا انتخاب نہیں کرایا گیا ہے، وہاں کے لیے متبادل تلاش کیا جائے۔ اردو کو جائز مقام دلانے کے لیے اسمبلی انتخاب کے وقت امیدواروں سے مل کر دباؤ بنایا جائے۔

جمشید پور انجمن کے صدر ضیاءالمبین نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا کہ شہر کی ادبی تنظیموں سے رابطہ کر انھیں بھی انجمن کا حصہ بنایا جائے۔

گریڈیہ انجمن کے صدر ڈاکٹر محمد انظر احمد نے ہر ضلع میں انجمن بیداری مہم کے تحت اردو آبادی کو جوڑنے کی بات کہی۔

دھنباد انجمن کے سکریٹری ڈاکٹر حسن نظامی نے دھنباد کی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ حالیہ دنوں میں الیاس احمد گدی پر سمینار کا انعقاد کیا گیا اور طلبہ و طالبات کو سکنڈری امتحان میں امتیازی حیثیت حاصل کرنے پر انعامات سے نوازا گیا۔

ڈالٹن گنج انجمن کے سکریٹری ڈاکٹر انتخاب عالم نے مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ اسمبلی الیکشن کے امیدواروں پر دباؤ بنایا جائے کہ وہ ہندی کے علاوہ اردو میں پوسٹر اور پمفلٹ وغیرہ جاری کریں۔

گڈا انجمن کے سکریٹری سلیمان جہانگیر نے گڈا کی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اسمبلی کے مسلم نمائندوں پر دباؤ بنایا جائے تاکہ وہ اردو کو اس کا جائز مقام دلانے میں اپنا کردار نبھائیں۔ گریڈیہ کی شازیہ شبنم نے نصاب میں شامل اردو کی کتابیں مہیا کرانے کی بات کہی۔

انجمن کے مرکزی نمائندہ ایم زیڈ خان نے میٹنگ کے انعقاد کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اسمبلی الیکشن کی تاریخ کا اعلان ہو چکا ہے۔ ہم نے تین ماہ کے اندر اردو کو اس کا جائز مقام دلانے کے لیے جو کوششیں کی ہیں، اس کے نتائج کے لیے اب عملی اقدام کی ضرورت ہے۔ آپ لائحۂ عمل تیار کریں اور اپنے علاقوں کے امیدواروں سے مل کر اردو کو اس کا حق دلانے کے لیے دباؤ بنائیں اور انھیں اپنے ووٹ کی اہمیت بتائیں اور ان سے یقین دہانی کرائیں کہ وہ جیت کر آنے کے بعد اردو کے لیے حقیقی کوشش کریں گے۔

مرکزی نمائندے نے مزید کہا کہ اردو بیداری مہم کے تحت مضافات کا دورہ کریں اور اردو آبادی کو انجمن سے جوڑیں تاکہ ایک مضبوط و فعال تنظیم کھڑی کی جاسکے۔

مرکزی نمائندے نے دسمبر میں ریاستی انتخاب کرانے کے امکانات پر بھی اپنی بات رکھی۔ ان کے علاوہ لاتیہار انجمن کے صدر محمد محسن اعظم اور خازن جاوید اختر، جمشید پور انجمن کے سکریٹری سمیع احمد خان، گریڈیہ کے ڈاکٹر غلام صمدانی، رام گڑھ انجمن کے سکریٹری غلام جیلانی، دمکا انجمن کے سکریٹری محمد افضل، دھنباد انجمن کے صدر ایس ایم رضوی، چترا کے شمس الہدیٰ نے بھی خطاب کیا۔

اتفاقِ را سے فیصلہ لیا گیا کہ ہر ضلع میں انجمن ترقی اردو کا وفد اسمبلی الیکشن کے امیدواروں سے مل کر اردو کے مسائل کے لیے دباؤ بنائے گا اور اپنے مطالبات پر مبنی میمورنڈم سپرد کرے گا۔

اس میٹنگ میں تین درجن سے زائد جھارکھنڈ کے مختلف اضلاع سے انجمن ترقی اردو کے نمائندے شامل ہوئے۔ خصوصی طور پر گڈا سے مجاہد الاسلام، نسیم الحق، فریدہ بانو اور سمیع خالق، گملا سے غلام غوث، جمشید پور سے مصطفیٰ کمال انصاری، بےنظیر اجمل، شمشیر انصاری، شہباز اختر، توقیر عالم، حسنین انصاری، نصیرہ بانو اور ابوالفیض وغیرہ شامل ہوئے۔

اردو میڈیم کی پس ماندہ طبقات کے لیے مختص اسامیوں کو عام زمرے میں شامل کرنے پر زور

حیدرآباد (25 اکتوبر)۔ حکومت کی جانب سے ڈی ایس سی کا اہتمام کرتے ہوئے 11 ہزار سے زیادہ اساتذہ کا تقرر کیا گیا ہے جس سے نومنتخب اساتذہ میں جہاں خوشی کی لہر دیکھی جارہی ہے وہیں اردو میڈیم کے امیدواروں میں مایوسی بھی دیکھی جارہی ہے۔ اردو میڈیم کے امیدوار شہر حیدرآباد کے علاوہ ضلعی سطح پر اپنا احتجاج درج کروا رہے ہیں۔ وہ کانگریس کے عوامی منتخب نمائندوں سے ملاقات کرتے ہوئے اردو میڈیم اسکولوں کے ساتھ انصاف کرنے کا مطالبہ کررہے ہیں۔ اردو میڈیم کے امیدواروں نے روزنامہ 'سیاست' کے دفتر پہنچ کر نیوز ایڈیٹر روزنامہ 'سیاست' اور ایم ایل سی جناب عامر علی خاں سے بھی ملاقات کی اور حکومت سے نمائندگی کرنے کی اپیل کی ہے جس پر جناب عامر علی خاں نے چیف منسٹر اے ریونت ریڈی اور چیف سکریٹری شانتی کماری کو علاحدہ علاحدہ مکتوب روانہ کرتے ہوئے اردو میڈیم کے پس ماندہ طبقات کے لیے مختص اسامیوں کو 'ڈی ریزرویشن' کرنے کی اپیل کی ہے۔ اس کے علاوہ کانگریس کے رکن قانون ساز کونسل ٹی جیون ریڈی اور سابق رکن اسمبلی جگا ریڈی نے بھی وزیرِ اعلا کو مکتوب روانہ کرتے ہوئے اردو میڈیم امیدواروں کے ساتھ انصاف کرنے کی اپیل کی ہے۔ دراصل ڈی ایس سی 2024 میں اردو میڈیم کی 1,183 اسامیوں کے لیے اشتہار جاری کیا گیا تاہم ایس سی، ایس ٹی اور دیگر تحفظات کی بدولت 666 اسامیوں پر تقرری نہیں ہوسکی۔ لمبے عرصے سے یہ اسامیاں خالی ہیں۔ امیدواروں کی عدمِ دستیابی کی وجہ سے تقرر نہیں ہورہے ہیں جس سے اردو میڈیم اسکولوں میں اردو کی اسامیاں خالی رہ جاتی ہیں اور طلبہ کی تعلیم متاثر ہورہی ہے۔ جب تک پس ماندہ طبقات کے لیے مختص ان اسامیوں کو ڈی ریزرویشن نہیں کیا جاتا تب تک ان اسامیوں پر تقرری ہونے کے امکانات کم ہیں۔ ان اسامیوں پر تقرری اسی وقت ممکن ہے جب انھیں عام زمرے میں تبدیل کیا جاتا ہے۔ ایم ایل سی جناب عامر علی خاں ریاست کے مختلف اضلاع کے دورے کررہے ہیں، وہاں اردو میڈیم امیدواروں کی بھاری تعداد ان سے ملاقات کرتے ہوئے پس ماندہ طبقات کے لیے مختص اردو میڈیم کی اسامیوں کو ڈی ریزرویشن کراتے ہوئے انھیں ملازمتوں کے مواقع فراہم کرنے کے لیے نمائندگی کررہے ہیں۔ اردو میڈیم اسامیوں میں پس ماندہ طبقات کے امیدوار دستیاب نہیں ہیں تو انھیں خالی رکھنا، اردو میڈیم امیدواروں اور طلبہ سے ناانصافی ہے، لہٰذا حکومت بالخصوص وزیرِ اعلا اے ریونت ریڈی اس مسئلے پر سنجیدگی سے غور کریں۔ وزارتِ تعلیم کا قلم دان بھی اس وقت وزیرِ اعلا کے پاس موجود ہے۔ اردو میڈیم امیدواروں کے مسائل کو انسانی ہمدردی کی بنیاد پر حل کرنے کی ضرورت ہے۔ پس ماندہ طبقات کے لیے مختص اسامیوں کو ڈی ریزرویشن کرنے کا عمل کوئی نیا نہیں ہے۔ سابق وزیرِ اعلا ڈاکٹر وائی. ایس. راج شیکھر ریڈی نے بھی اس پر عمل کرتے ہوئے اردو میڈیم اسکولوں کے ساتھ انصاف کیا تھا۔ وائی ایس آر حکومت نے ڈی ایس سی 2006 میں اردو میڈیم کی باقی بچ جانے والی اسامیوں کو ڈی ریزرو کرتے ہوئے 12 فروری 2008 کو جی او ایم ایس نمبر 21 جاری کرتے ہوئے ایس سی، ایس ٹی، بی سی زمرے کے تحت خواتین کے لیے مختص اسامیوں کو عام زمرے میں تبدیل کرتے ہوئے خواتین کی ہی تقرری کو یقینی بنایا تھا۔۔ وہ عمل بھی کانگریس کے دورِ حکومت میں کیا گیا تھا۔ اب وزیرِ اعلا ریونت ریڈی سے امید کی جارہی ہے کہ وہ اردو میڈیم امیدواروں کے چہروں پر مسکراہٹ بکھیرنے کے لیے دوبارہ مختص اسامیوں کو ڈی ریزرو کریں گے۔ (سیاست۔ حیدرآباد)

اردو اساتذہ کے ساتھ ہورہی دشواریوں کو حکومتِ بہار دور کرے

پٹنہ (28 اکتوبر)۔ راشٹریہ جنتا دل کے رکن کونسل قاری صہیب نے وزیرِ تعلیم کو مکتوب لکھ کر اردو اساتذہ کے ساتھ حاضری بنانے میں ہورہی دشواری کے متعلق واقف کرایا۔ قاری صہیب نے کہا کہ Shiksha.Ekosh App میں بار بار ترمیم کی وجہ سے اتوار کو اردو اسکولوں میں حاضری کو نشان زد کرنے میں اردو اساتذہ کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، اس لیے کہ جمعہ کو ریاست کے تمام اردو اسکولوں میں ہفتہ واری تعطیل ہونے کی وجہ سے اتوار کو اردو اسکولوں میں تدریسی اور غیر تدریسی کام آسانی سے جاری ہے۔ کچھ دنوں سے ای شکشا کوش ایپ کے ذریعے اساتذہ کی حاضری بنائی جارہی ہے لیکن مذکورہ ایپ میں بار بار کی جانے والی ترامیم کی وجہ سے اساتذہ کو اتوار کے روز اردو اسکولوں میں اپنی حاضری برقرار رکھنے میں کافی دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے اردو اسکولوں کے اساتذہ میں یہ خدشہ ہے کہ اتوار کو اسکول میں موجود ہونے کے باوجود ان کی حاضری ریکارڈ نہیں کی جارہی ہے، اس لیے تمام ضلعی تعلیمی افسران کو خط کے ذریعے مطلع کریں کہ اتوار کو ریاست کے تمام اردو اسکولوں میں اساتذہ کی حاضری لگائی جائے تاکہ درپیش مشکلات کو دور کیا جاسکے۔ (قومی تنظیم۔ پٹنہ)

یومِ سرسیّد کے موقعے پر غالب انسٹی ٹیوٹ نیشنل سرسیّد ایکسی لینس ایوارڈ سے سرفراز

نئی دہلی (18 اکتوبر، پریس ریلیز)۔ ملک کی ممتاز دانش گاہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی جانب سے منعقد یومِ سرسیّد 2024 پر غالب انسٹی ٹیوٹ کو نیشنل سرسید ایکسی لینس ایوارڈ پیش کیا گیا۔ اس موقعے پر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی وائس چانسلر پروفیسر نعیمہ خاتون نے غالب انسٹی ٹیوٹ کے ڈائرکٹر ڈاکٹر ادریس احمد کو مومنٹو اور سند پیش کی۔ غالب انسٹی ٹیوٹ کے ڈائرکٹر ڈاکٹر ادریس احمد نے اس موقعے پر کہا کہ میرے اور پوری اردو دنیا کے لیے یہ خوشی کا موقع ہے کہ ملک کی ایک معزز دانش گاہ جس نے ہر میدان میں اپنے تربیت یافتہ افراد کے ذریعے ملک و قوم کا نام روشن کیا ہے، غالب انسٹی ٹیوٹ کو انعام پیش کررہی ہے۔ غالب انسٹی ٹیوٹ ہر سال خود ادب اور ثقافتی خدمات کے لیے چھے اہم افراد کی خدمت میں انعام پیش کرتا ہے۔ یہ پہلا موقع ہے جب یہ ادارہ ایک معزز ادارے سے خراجِ تحسین وصول کررہا ہے۔ میں اپنی اور ادارے کی جانب سے وائس چانسلر پروفیسر نعیمہ خاتون، سرسیّد اکیڈمی کے ڈائرکٹر پروفیسر شافع قدوائی، جیوری کے ممبران اور تمام یونیورسٹی کے عملے کا دل کی گہرائیوں سے شکرگزار ہوں۔

آج کے دور میں علم و ہنر اور تربیت کی اشد ضرورت ہے

ـــــــــــــــــــ ڈاکٹر شمس اقبال

جامعہ سینئر سکنڈری اسکول میں قومی اردو کونسل کے زیرِ اہتمام مختلف تہذیبی اور ثقافتی تقریبات

نئی دہلی (پریس ریلیز، 28 اکتوبر)۔ قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان کے زیرِ اہتمام، جامعہ سینئر سیکنڈری اسکول کے اشتراک سے 'داستانِ جامعہ' و دیگر ثقافتی اور ادبی پروگرام کا انعقاد اور سہ روزہ نمائشِ کتب کا اہتمام کیا گیا۔ اس موقعے پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے قومی اردو کونسل کے ڈائرکٹر ڈاکٹر شمس اقبال نے کہا کہ یہاں کے بچوں کو دیکھ کر محسوس ہورہا ہے کہ ہندستان کا مستقبل روشن اور تابناک ہے۔ یہی بچے ملک کی تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کریں گے۔ آج ہم ایسے ادارے میں پروگرام کررہے ہیں جو کامیابی کے ساتھ سو سال کی مدت پوری کرچکا ہے۔ اس طویل عرصے میں بہت سے تقاضے بھی بدلے ہیں، پہلے کی ضروریات کچھ اور تھیں اور اب کی کچھ اور۔ آج کے دور میں علم و ہنر اور تربیت کی اشد ضرورت ہے۔ ان تین چیزوں کو سامنے رکھ کر اگر اساتذہ ان بچوں کی تعلیم و تربیت کریں گے تو یقیناً یہ بچے ملک کی تعمیر و ترقی میں کلیدی کردار ادا کریں گے۔ پروگرام کا آغاز انٹر اسکول ڈبیٹ مقابلے سے ہوا۔ اس مقابلے میں اول انعام محمد حذیفہ (اینگلو عربک سینئر سیکنڈری اسکول)، دوم انعام آمنہ انصاری (سید عابد حسین سینئر سیکنڈری اسکول) اور سوم انعام اریبہ شاہ (جامعہ گرلز سینئر سیکنڈری اسکول) نے حاصل کیا۔ جب کہ تشجیعی انعام مریم (جامعہ سینئر سیکنڈری اسکول) کو دیا گیا۔ فاتح اینگلو عربک سینئر سیکنڈری اسکول کی ٹیم قرار پائی۔ جب کہ دوسرا مقام جامعہ گرلز سینئر سیکنڈری اسکول نے حاصل کیا۔

بیت بازی مقابلے میں اول انعام محمد حذیفہ (اینگلو عربک اسکول)، دوم محمد شاہد عالم (جامعہ سینئر سیکنڈری اسکول) اور تیسرا انعام ادیبہ مختار (سید عابد حسین سینئر سیکنڈری اسکول، جامعہ ملیہ اسلامیہ) نے حاصل کیا۔ جب کہ تشجیعی انعام ماریہ فیصل (رابعہ پبلک سینئر سیکنڈری اسکول) کو دیا گیا۔ فاتح ٹیم اینگلو عربک سینئر سیکنڈری اسکول کی مومن ٹیم قرار پائی۔ جب کہ دوسرا مقام جامعہ سینئر سیکنڈری اسکول کی غالب ٹیم نے حاصل کیا۔

غزل سرائی مقابلے میں اول انعام جامعہ گرلز سینئر سیکنڈری اسکول کی ماہم امداد، دوم انعام اینگلو عربک سینئر سیکنڈری اسکول کے محمد حمزہ اور سوم انعام جامعہ سینئر سیکنڈری اسکول کی سامعہ نے حاصل کیا۔ جب کہ تشجیعی انعام رابعہ پبلک سینئر سیکنڈری اسکول کی آمنہ خان کو دیا گیا۔ غزل سرائی مقابلے میں فاتح جامعہ گرلز سینئر سیکنڈری اسکول کی ٹیم قرار پائی۔ جب کہ دوسرا مقام اینگلو عربک اسکول کی ٹیم نے حاصل کیا۔ ان مقابلوں میں سی ڈبلو سی ڈاکٹر ذاکر حسین میموریل سوسائٹی، سیّد عابد حسین سینئر سیکنڈری اسکول، جامعہ مڈل اسکول اور خدیجۃ الکبریٰ گرلز پبلک اسکول وغیرہ کے طلبہ و طالبات نے بھی شرکت کی۔

...(بقیہ صفحہ 7 پر)

رفتید ولے نہ از دلِ ما

مختار ٹونکی

ٹونک۔ اردو کے مشہور و ممتاز ادیب مختار ٹونکی 20 اکتوبر 2024 کو حرکتِ قلب بند ہونے کی وجہ سے یہاں انتقال کرگئے۔ وہ 85 برس کے تھے۔ مسجد میں ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد ان کی طبیعت بگڑ گئی اور کچھ ہی دیر میں ان کا انتقال ہوگیا۔ سیّد مختار علی ٹونکی 1939 میں ٹونک میں پیدا ہوئے تھے۔ انھیں کم عمری میں ہی پڑھنے لکھنے کا شوق ہوگیا۔ انگریزی، ہندی، اردو، راجستھانی اور عربی فارسی کا علم رکھنے کے علاوہ وہ ایک اچھے استاد بھی رہے ہیں۔ ان کی تخلیقات ملک و بیرونِ ملک کے موقر اخبارات و رسائل میں شائع ہوچکی ہیں۔ انھوں نے کئی سالوں تک سینئر سیکنڈری اسکول کوٹھی ناٹام میں انگریزی کے استاد کی حیثیت سے خدمت انجام دی۔ مختار ٹونکی کا شمار اردو دنیا کے معروف ادیبوں میں ہوتا ہے، اب تک وہ بیس سے زائد کتابوں کے علاوہ اَن گنت تحقیقی مقالے بھی لکھ چکے ہیں۔ انھیں نہ صرف ریاست بلکہ ریاست سے باہر کی اکیڈمیوں سمیت کئی اداروں نے بھی اعزاز سے نوازا ہے۔ ان کے کئی طنزیہ و مزاحیہ مضامین ہفت روزہ 'ہماری زبان' میں بھی شائع ہوئے ہیں۔

ادارہ 'ہماری زبان' مرحوم کے لیے مغفرت اور پس ماندگان کے لیے صبرِ جمیل کی دعا کرتا ہے۔ (ادارہ)

نئی کتابیں

تبصرے کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

نام کتاب : **جلوۂ دانشِ فرنگ**
(اقبال کے فکر و فن پر انگریزی میں تنقیدی مضامین کے اُردو تراجم)
مترجم : پروفیسر عبدالرحیم قدوائی
ضخامت : 328 صفحات
قیمت : 600 روپے
ناشر : براؤن بکس، شمشاد مارکیٹ، علی گڑھ-202001
تبصرہ نگار : معصوم مرادآبادی

E-mail: masoom.moradabadi@gmail.com

علامہ اقبال اپنی فکری بلندی اور ذہنی وسعت کے سبب اردو کے عظیم شاعر تصور کیے جاتے ہیں۔ اقبال نے شاعری کی صورت میں اپنے افکار و نظریات اور جذبات و محسوسات کا جو قیمتی سرمایہ چھوڑا ہے، اس کی قدر و قیمت وقت گزرنے کے ساتھ بڑھتی ہی چلی جارہی ہے۔ عام طور پر ہم اقبال کی شاعری اور اس کے بلند آہنگ کو سمجھنے کے لیے ان تحریروں سے استفادہ کرتے ہیں، جو اردو میں لکھی گئی ہیں، لیکن ان تحریروں تک رسائی عام نہیں ہے جو مغربی دانشوروں نے اقبال کی شاعرانہ عظمت کے اعتراف میں لکھی ہیں۔ اس وقت میرے ہاتھوں میں ایسی ہی ایک کتاب ہے جو علامہ اقبال کی شخصیت اور فن پر دانشورانِ فرنگ کی تحریروں سے روبرو کراتی ہے۔ کتاب کا نام ہے 'جلوۂ دانشِ فرنگ' اور اس کی صورت گری کی ہے پروفیسر عبدالرحیم قدوائی نے جو علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے لائق و فائق استاد ہیں۔ وہ مولانا عبدالماجد دریابادی کے نواسے ہیں اور اپنے نانا ہی کی طرح علم و ادب کے رسیا ہیں۔ پروفیسر عبدالرحیم قدوائی کا تعلق علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے انگریزی شعبے سے ہے اور وہ خلیق احمد نظامی مرکز برائے علوم قرآن کے ڈائرکٹر بھی ہیں۔ انھوں نے علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی سے برطانوی شاعر لارڈ بائرن پر ڈاکٹریٹ کرنے کے بعد برطانیہ کی یونی ورسٹی آف لیسسٹر سے بھی پی ایچ ڈی کی دو ڈگریاں حاصل کی ہیں۔ انگریزی ادب پر ان کی متعدد تصانیف شائع ہوچکی ہیں۔ ان کو لیسسٹر یونی ورسٹی کے شعبۂ انگریزی میں وزیٹنگ پروفیسر اور کامن ویلتھ فیلو ہونے کے اعزازات بھی حاصل ہیں۔

عام طور پر جن اساتذہ کا میدان انگریزی زبان و ادب ہوتا ہے ان کا اردو زبان و تہذیب سے رشتہ واجبی سا ہوتا ہے، لیکن پروفیسر عبدالرحیم قدوائی کی خوبی یہ ہے کہ وہ جتنی دسترس انگریزی زبان و ادب پر رکھتے ہیں، اتنا ہی کمال انھیں اردو زبان اور اس کی تہذیب پر بھی حاصل ہے۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت اس کتاب میں موجود مغربی مفکرین اور دانشوروں کے مضامین کے اردو تراجم ہیں جنھیں پڑھ کر کہیں شائبہ تک نہیں ہوتا کہ یہ کسی دوسری زبان سے ترجمہ کیے گئے ہیں۔ یہی ترجمہ کا اصل حسن بھی ہے کہ وہ قاری کو ترجمہ نہ لگے بلکہ پڑھتے وقت اصل کا احساس ہو۔ بقول پروفیسر شمیم حنفی:

'جلوۂ دانشِ فرنگ' کے مضامین کا ترجمہ پروفیسر عبدالرحیم قدوائی نے غیر معمولی احتیاط اور بصیرت کے ساتھ کیا ہے۔ وہ انگریزی اور اردو، دونوں زبانوں کے پیچ اور ان دونوں زبانوں کے مزاج کی آگہی رکھتے ہیں۔ ان کے تراجم بہت رواں دواں، غیر مبہم اور شفاف ہیں۔ اسی لیے مجھے 'جلوۂ دانشِ فرنگ' کے مضامین بہت پسند آئے۔'' (فلیپ نمبر 2)

'جلوہ دانشِ فرنگ' علامہ اقبال کے فکر و فن پر انگریزی میں لکھے گئے بعض سرکردہ اہلِ قلم کے وقیع مقالات کے اردو ترجمے پر مشتمل ہے۔ مقالہ نگاروں میں معروف برطانوی فضلا ای ایم فوسٹر، آر کے نکلسن، ہربرٹ ریڈ، ڈیوڈ میتھوز کے علاوہ ممتاز ماہرِ اسلامیات و ادب جرمن خاتون این میری شیمل شامل ہیں۔ اس کتاب کا ایک خاص حصہ مغربی زبانوں میں نقدِ اقبال کی جامع کتابیات ہے جس پر صاحبِ کتاب نے بڑی عرق ریزی سے کام کیا ہے۔ علاوہ ازیں اس کتاب میں ممتاز ماہرِ اقبالیات پروفیسر اسلوب احمد انصاری کے ایک انگریزی مقالہ کے ترجمہ کے ساتھ خود اقبال کے دو نادر مقالوں کے تراجم بھی شامل ہیں۔

اس کتاب کی اشاعت یوں تو 2010 میں عمل میں آئی تھی اور اس کا دوسرا ایڈیشن 2018 میں شائع ہوا، لیکن اس کا نیا ایڈیشن جون 2024 میں منظرِ عام پر آیا ہے۔ اس ایڈیشن میں جو نئے مقالات پہلی بار شائع کیے گئے ہیں، ان میں این میری شیمل کے دو مقالات 'اقبال کے مذہبی تصورات' اور 'فکرِ اقبال کے مغربی مآخذ' کے علاوہ ڈیوڈ میتھوز کا ایک مقالہ 'کلامِ اقبال کی آفاقیت'، شمس الرحمٰن فاروقی کا مقالہ 'اقبال اور ملٹن کے کلام میں شیطان کی تصویر کشی' شامل ہیں۔ ان کے علاوہ خود پروفیسر عبدالرحیم قدوائی کے تین مضامین: 'مطالعۂ اقبال کے نئے گوشے'، 'کلامِ اقبال' اور 'مغربی اہلِ قلم کی اقبال شناسی: ایک محاکمہ' شامل ہیں۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ان نئے مضامین میں بھی قدرِ مشترک مغربی فضلا کی تفہیمِ اقبال ہے۔ پروفیسر عبدالرحیم قدوائی کی اس کتاب کے حوالے سے شمس الرحمٰن فاروقی نے لکھا ہے:

''عبدالرحیم قدوائی نے اپنی قابلِ قدر کتاب 'جلوۂ دانشِ فرنگ' میں اقبال پر اہلِ مغرب کے کئی مضامین کو اردو میں منتقل کرکے ہمارے استفادے اور علمی بصیرت میں اضافے کا سامان مہیا کیا ہے۔ عبدالرحیم قدوائی کی اس خدمت کو نہ بھلایا جائے گا کہ اردو ادب کی بھی خدمت ہے اور اقبال کی بھی۔''

مجموعی طور پر اقبالیات سے دل چسپی رکھنے والوں کے لیے یہ کتاب بڑی کارآمد ہے۔ کتاب کے آخر میں اقبال کے فن پر مغربی اہلِ قلم کے تنقیدی مضامین کی فہرست دی گئی ہے، جو 35 صفحات پر محیط ہے۔

◆◆

بقیہ: برِّ صغیر کے ممتاز شاعر: قتیلؔ شفائی

(بقیہ صفحہ 3 سے آگے)

ہمیں بھی نیند آجائے گی ہم بھی سو ہی جائیں گے
ابھی کچھ بے قراری ہے ستارو تم تو سو جاؤ

ان اشعار میں خیال و فکر کی ایک دنیا آباد دکھائی دیتی ہے۔ یہ اس لیے کہ قتیل صاحب نے اپنے مشاہدے سے حاصل شدہ حقائق کو اپنی شاعری میں سلیقے سے اس طرح قلم بند کیا ہے کہ ان میں زندگی کی الجھنیں دکھائی دیتی ہیں۔

قتیل کو صرف اپنی ذات کی نہیں بلکہ سماج اور اپنے آس پاس کی بھی فکر لاحق تھی۔ انھوں نے عوام کے مسائل کی بھی اپنی شاعری میں بھرپور نمائندگی کی تھی۔ کہتے ہیں:

کون اس دیس میں دے گا ہمیں انصاف کی بھیک
جس میں خوں خوار درندوں کی شہنشاہی ہے

دل سلگتا ہے ترے سرد رویّے سے قتیل
دیکھ اس برف نے کیا آگ لگا رکھی ہے

ہو نہ ہو یہ کوئی سچ بولنے والا ہے قتیل
جس کے ہاتھوں میں قلم پاؤں میں زنجیریں ہیں

ان کے کلام میں درد کی کیفیت اور طنز کی لہر بھی دیگر شعرا کی بہ نسبت زیادہ ملتی ہے:

کل کی بات اور ہے میں اب سا رہوں یا نہ رہوں
جتنا جی چاہے ترا آج ستا لے مجھ کو
قتیل اس بزمِ جاناں سے پڑا ہے واسطہ مجھ کو
سزا کا خوف رہتا ہے جہاں الزام سے پہلے
ٹوٹ گیا جب دل تو پھر سانسوں کا نغمہ کیا معنی
گونج رہی ہے کیوں شہنائی جب کوئی بارات نہیں
دنیا میں قتیل اس سا منافق نہیں کوئی
جو ظلم تو سہتا ہے بغاوت نہیں کرتا

قتیل صاحب نے اپنی غزلوں کو ایک نیا روپ، آہنگ، مزاج اور رنگ عطا کیا ہے۔ کہتے ہیں:

چلو اچھا ہوا کام آگئی دیوانگی اپنی
وگرنہ ہم زمانے بھر کو سمجھانے کہاں جاتے
کیوں بخش دیا مجھ سے گنہگار کو مولا
منصف تو کسی سے بھی رعایت نہیں کرتا

غزلوں سے زیادہ قتیل شفائی کو ان کی نغمہ نگاری سے بے پناہ شہرت عطا ہوئی۔ بحیثیت گیت کار ان کی پہلی فلم 'تیری یاد' تھی۔ اس کے بعد سے بے شمار ہندستانی و پاکستانی فلموں میں انھوں نے کامیاب نغمے لکھے۔ پاکستانی موسیقار خواجہ خورشید انور کہتے ہیں کہ وہ اپنی دھنوں کے لیے قتیل شفائی کے نغمات کو اس لیے پسند کرتے تھے کہ انھوں نے کبھی اپنے معیار کا دامن نہیں چھوڑا۔

قتیل صاحب کی پہلی شعری تصنیف 'ہریالی' تھی۔ اس کے بعد تقریباً 18 کتابیں شائع ہوکر مقبول ہوئیں جن میں سے برگد، آموختہ، جل ترنگ، گجرا، سمندر میں سیڑھی، ابابیل، روزن، گفتگو، گھنگھرو، چھتنار، پیراہن، جھومر وغیرہ۔ ان کے علاوہ 'مطربہ' کو آدم جی ایوارڈ سے سرفراز کیا گیا۔

قتیل نہ صرف فلموں کے حوالے سے مقبول ہوئے بلکہ ادبی دنیا میں بھی ان کا نام بڑے احترام سے لیا جاتا ہے۔ وہ اس لیے کہ انھوں نے اپنی زندگی میں ہی ایک legend کا مقام حاصل کرلیا تھا۔

سراج زیبائی
(شیموگہ، کرناٹک)
E-mail: sirajzebayi10@gmail.com

اردو ہندی ڈکشنری
انجمن ترقی اردو (ہند)
قیمت: 350 روپے

بقیہ: ہندؔی گورکھپوری کی قومی شاعری

(بقیہ صفحہ 2 سے آگے)

ہندؔی نے قطعات بھی کہے ہیں۔ان قطعات میں ان کا رعنائیِ خیال اپنی انتہا پر ہے۔سب سے پہلے یہ قطعات 'شرارے' کے نام سے ایک کتابچے میں شائع ہوئے تھے لیکن یہ کتابچہ بھی دستیاب نہیں ہے،مگر یہ قطعات 'قفس سے آشیاں تک' میں شامل ہیں۔ 'قفس سے آشیاں تک' میں کل 26 قطعات شامل ہیں۔انھیں قطعات کو 'شعلۂ گل' میں جگہ دی گئی ہے۔ 'شعلۂ گل' میں 30 قطعات شامل ہیں۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندؔی نے ان دس سالوں میں صرف چار قطعات ہی کہے تھے،جنھیں 'شعلۂ گل' میں اضافے کے ساتھ شامل کیا گیا۔ان قطعات میں لوٹ لو، یا بغاوت کے نعرے لگاتے چلو جیسی فرمان بندی کا جلوہ کچھ زیادہ ہی نظر آتا ہے۔ ان میں آتشِ سیال کی سی تپش ہے۔ ہر قطعہ ایک نئے موضوع پر ایک نیا فرمان سناتا ہوا نظر آتا ہے۔اس کے باوجود ان میں غزلوں جیسی نغمگی، تغزل اور روانی پائی جاتی ہے۔ ہندؔی ان قطعات میں جو بات کہنا چاہتے ہیں وہ غلامی اور محکومی کے دائرے میں سمٹ چکی ہے۔ حالاں کہ اس میں ہمیں کچھ دل چسپ اور نئی ترکیبیں بھی دیکھنے کو ملتی ہیں۔ مثلاً غلامی کا دل، غلامی اور پستی، ہم غلام سہی، حیات اس کے لیے ہے کہ جو غلام نہیں، قاطع غلام ہوں، غلامی کا جوا، دل غلام، غلام موت سے ڈرتے ہیں، دستِ محکومی، نظامِ کہنہ کی تجدید، آفتاب غلامی وغیرہ۔

'شرارے' میں ملک زادہ منظور احمد نے ایک مختصر نوٹ لکھا تھا جس میں انھوں نے ہندؔی کی باغیانہ جرأت کو سلام کیا ہے: 'قطعات کی صورت میں یہ بکھرے ہوئے شرارے، غلامانہ ماحول، سامراجی بیڑیوں اور غیر ملکی بندشوں میں جکڑے ہوئے جسم کے آزاد جذبات اور احساسات کی وہ للکار ہے جس کی شعلہ فشانیوں نے 1942 کے انقلاب میں بکنگھم پیلس کے 'ساحرالموط' کی خودساختہ جنت کو جھلس دیا اور جس نے 1947 میں ظفر شاہ، بھگت سنگھ، جھانسی کی رانی اور دیگر قومی شہدا کے مزاروں پر عقیدت کے پھولوں کی چادر چڑھائی۔ ہندؔی کی یہ باغیانہ جرأت اور وہ بھی ایک ایسی محفل میں جہاں بات بات پر زبان کٹتی تھی قابلِ ستائش ہے۔'[5]

مجھے حیات کی رنگینیوں سے کام نہیں
مری سحر نہیں دنیا میں میری شام نہیں
مری حیات فسردہ مرا وجود عدم
حیات اس کے لیے ہے کہ جو غلام نہیں

ہندؔی نے نثر میں کوئی بڑا ذخیرہ نہیں چھوڑا ہے سوائے اپنے دونوں مجموعوں میں پیش لفظ اور تعارف لکھنے کے۔ یہ چند اوراق دیکھنے سے ان کے وسعتِ خیال کا اندازہ لگانا کوئی دشوار کام نہیں ہے۔ان کی نثر میں اعلا درجے کی سادگی ہے۔ان کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔انھوں نے شاعری کی طرح نثر کو بھی خوب صورت لفظیات سے آراستہ کیا ہے۔ ہندؔی گورکھپوری شاعری اور شاعر کی اہمیت وافادیت کو مسلم گردانتے ہوئے ڈاکٹر ہیگو کی مثال پیش کرتے ہیں جس نے کہا تھا کہ زماں ومکاں شاعر کی ملکیت ہیں، اسے جہاں چاہے جانے دو اور جو چاہے کرنے دو۔ یہ صحیح ہے کہ لفظ اور استعارے کے علاوہ شاعر کی نقل وحرکت میں بھی آزادیِ کامل ہونی چاہیے۔ شاعر کو پابندِ سلاسل کرنا معاشرتی نظام پر قدغن لگانے جیسا ہے۔ انھوں نے ولیم بلیک کی مثال دی ہے، جس نے کہا تھا کہ محدود شاعری انسانی نسل کو بھی محدود کردیتی ہے۔ ہندؔی آگے لکھتے ہیں: 'شاعری تو دراصل اس آبشار کے مانند ہے جو کسی فلک بوس پہاڑ کی عظیم ترین چوٹی سے گر رہا ہو اور جس کے لیے اس کائناتِ ارضی وسماوی میں کہیں بھی بندش اور رکاوٹ نہ ہو مگر یہ ساری آزادیاں اس کی متقاضی ہیں کہ اس کی تمام جولانیاں، اس کی تمام حقیقت بیانی، خیال آرائی اور نقل وحرکت اس کے قلبِ صفا اور اس کی روشن ضمیری کی آئینہ دار ہوں۔ اس کا خلوص بے پناہ، اس کا عمل خودغرضی اور اس کے ذہن و دماغ زندگی کے سارے تنگ وتاریک گوشوں سے پاک ہوں۔'[6]

حواشی:

1- 'قفس سے آشیاں تک' از ہندؔی گورکھپوری مرتبہ: ثمینہ ادیب ضیا، حالی پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، دوسرا ایڈیشن 2021، ص14
2- ایضاً، ص15
3- 'شعلۂ گل' از ہندؔی گورکھپوری، نشاط پریس ٹانڈہ، 1984، ص9
4- قفس سے آشیاں تک، ص22
5- ایضاً، ص140
6- ایضاً، ص21

ڈاکٹر ذاکر حسین ذاکر
گلشنِ حیدر، شانتی نگر، ضلع دیوریا-274001 (یوپی)
E-mail: zakirhssn8@gmail.com
Moblie No. : 9415276138

آج کے دور میں علم وہنر اور تربیت کی اشد ضرورت ہے

(بقیہ صفحہ 5 سے آگے)

پروگرام میں استقبالیہ کلمات ڈاکٹر محمد ارشد خان (پرنسپل جامعہ سینئر سیکنڈری اسکول) نے پیش کیے۔اس موقعے پر 'داستانِ جامعہ' کے عنوان سے پروفیسر دانش اقبال کے تحریر کردہ داستان کی پیش کش ڈاکٹر جاوید حسن، قاصد رضا، سید تجمل اسلام، محمد عادل اور انس فاروقی نے کی۔ ڈبیٹ مقابلہ، غزل سرائی مقابلہ اور بیت بازی مقابلے میں حَکَم کے فرائض ڈاکٹر عبدالنصیب، ڈاکٹر رحمان مصور اور ڈاکٹر واحد نظیر نے انجام دیے۔ اس موقعے پر بطورِ خاص پروفیسر شہپر رسول (وائس چیئرمین، اردو اکادمی دہلی)، ڈاکٹر اطہر فاروقی (جنرل سکریٹری، انجمن ترقی اردو ہند)، ڈاکٹر شمع کوثر یزدانی (اسسٹنٹ ڈائرکٹر اکیڈمک، قومی اردو کونسل) اور ڈاکٹر مسرت (ریسرچ آفیسر) وغیرہ موجود رہے۔ پروگرام کو کامیاب بنانے میں ڈاکٹر عبدالرزاق زیادی، کنچن بھاردواج اور جامعہ سینئر سیکنڈری اسکول کے دیگر اساتذہ نے اہم کردار ادا کیا۔

اسٹینڈرڈ
انگلش اُردو ڈکشنری
مولوی عبدالحق
قیمت: 500 روپے

انجمن ترقی اردو (ہند) کی چند مطبوعات

اردو املا اور حروفِ تہجی: لسانیاتی تناظر	رؤف پاریکھ	300/-
رموزِ اوقاف: کب، کہاں اور کیوں؟	ڈاکٹر شمس بدایونی	300/-
غروبِ شہر کا وقت	اُسامہ صدیق	900/-
کچھ اُداس نظمیں	ہربنس مکھیا	300/-
میانِ من وتو (تحقیقی وتنقیدی مضامین)	پروفیسر شاہد کمال	500/-
میرا جنون اردو (خطبات ومضامین)	طاہر محمود	700/-
میر کی خودنوشت سوانح (نثار احمد فاروقی)	صدف فاطمہ	400/-
کلّیاتِ خطباتِ شبلی	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	400/-
آزادی کے بعد کی غزل کا تنقیدی مطالعہ	ڈاکٹر بشیر بدر	500/-
اداریے (مشفق خواجہ)	محمد صابر	500/-
انور عظیم کی ادبی کائنات	فیضان الحق	700/-
بچوں کا گلدستہ (پانچ جلدیں)	غلام حیدر	2400/-
تحقیق وتوازن	ڈاکٹر نریش	250/-
تحقیقی مباحث	رؤف پاریکھ	300/-
چند فکری وتاریخی عنوانات	پروفیسر حکیم سیّد ظل الرحمٰن	400/-
ریت سمادھی (گیتانجلی شری)	ترجمہ: آفتاب احمد	900/-
حکمِ سفر دیا تھا کیوں	شانتی ویرکول	200/-
عہدِ وسطیٰ کی ہندستانی تاریخ کے چند اہم پہلو	اقتدار عالم خاں	350/-
قدرت کا بدلا (موسم کا بدلاؤ)	سیّد ضیاء حیدر	600/-
کتابیاتِ حالی	ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد	300/-
یہ تو عشق کا ہے معاملہ	ڈاکٹر ہلال فرید	300/-
جب دیوں کے سر اُٹھے	ڈاکٹر ہلال فرید	360/-
سیرالمنازل (مرزا سنگین بیگ)	شریف حسین قاسمی	600/-
محرابِ تمنا	فطرت انصاری	200/-
مکتوباتِ مولوی عبدالحق بنام مشاہیر...	میر حسین علی امام، یاسمین سلطانہ فاروقی	700/-
لفظ (کلیاتِ زہرا نگاہ)	زہرا نگاہ	500/-
In This Live Desolation (Autobiography of Akhtarul Iman)	ترجمہ: بیدار بخت	500/-
سخنِ افتخار (کلیاتِ افتخار عارف)	افتخار عارف	1500/-
گواہی (شاعری)	گوہر رضا	500/-
میری زمین کی دھوپ (ہندی)	ونود کمار ترپاٹھی بشر	400/-
کھُلا دروازہ	ڈاکٹر نریش	250/-
ٹیپو سلطان کا خواب (گریش کرناڈ)	محبوب الرحمان فاروقی	300/-
اپنی دنیا آپ پیدا کر	غلام حیدر	900/-
وقائعِ بابر	ظہیر الدین محمد بابر	1000/-
In This Poem Explanateions of Many Modern Urdu Poem (میراجی)	بیدار بخت	600/-
میری زمین کی دھوپ	ونود کمار ترپاٹھی بشر	600/-
اُردو شاعرات اور نسائی شعور	ڈاکٹر فاطمہ حسن	330/-
مجھے اک بات کہنی ہے	شاہد کمال	400/-
انتخابِ غالب	امتیاز علی عرشی	600/-
باغِ گلِ سرخ	افتخار عارف	300/-
رفتگاں کا سراغ	سرور الہدیٰ	450/-
کلّیاتِ مصطفیٰ زیدی	سرور الہدیٰ	900/-
اے زمینِ وطن اور دیگر مضامین	ڈاکٹر نریش	225/-
ارمغانِ علی گڑھ	پروفیسر خلیق احمد نظامی	400/-
تاریخ وآثارِ دہلی	معین الدین عقیل	100/-
مجموعۂ سلام مچھلی شہری	بیدار بخت	700/-
کستوری کُنڈل بسے	ڈاکٹر نریش	250/-
اپنی لاڈلی ڈینش بچّی کے نام گاندھی جی کے محبت نامے	نصر ملک	250/-
سرمایۂ کلام	منیب الرحمان	500/-

ونود کمار ترپاٹھی بشر کا ہر مجموعہ ادب سے شغف رکھنے والوں کے لیے بہترین تحفہ

انجمن ترقی اردو (ہند) کے زیرِ اہتمام ونود کمار ترپاٹھی بشر کے شعری مجموعے 'میری زمین کا چاند' کی رسمِ اجرا تقریب میں شرکا کا اظہارِ خیال

ونود کمار ترپاٹھی بشر کی کتاب 'میری زمین کا چاند' کی رسمِ رونمائی کا ایک منظر
تصویر میں (دائیں سے بائیں): جناب چندر بھان خیال، پروفیسر احمد محفوظ، ڈاکٹر اطہر فاروقی اور جناب ونود کمار ترپاٹھی بشر دیکھے جاسکتے ہیں

نئی دہلی (2 نومبر)۔ انجمن ترقی اردو (ہند) کے زیرِ اہتمام انڈیا انٹرنیشنل سنٹر، نئی دہلی میں ونود کمار ترپاٹھی بشر کے شعری مجموعے 'میری زمین کا چاند' کی رسمِ اجرا علمی و ادبی شخصیات کے ہاتھوں عمل میں آئی۔

مدیر : **اطہر فاروقی**
Editor : Ather Farouqui
شریکِ مدیر : محمد عارف خاں
Joint Editor : Mohd. Arif Khan
پرنٹر پبلشر : عبدالباری
Printer Publisher : Abdul Bari
مطبوعہ : جاوید پریس، 2096، رودگراں، لال کنواں، دہلی-٦
مالک : انجمن ترقی اردو (ہند)
اردو گھر، 212، راؤز ایونیو، نئی دہلی-110002
Proprietor:
Anjuman Taraqqi Urdu (Hind)
Urdu Ghar, 212-Rouse Avenue,
New Delhi-110002
قیمت : فی شمارہ: پانچ روپے، سالانہ: 200 روپے
بیرونی ممالک: آٹھ امریکن ڈالر
Subscription: (Per Issue): Rs. 5/-, Annual: 200/-
(Foreign Countries: US $ 8)
E-mail: hamarizaban.weekly@gmail.com
http://www.atuh.org,
Phones: 0091-11-23237722

واضح رہے کہ معروف شاعر اور بیوروکریٹ سابق آئی آر ایس ونود کمار ترپاٹھی بشر کا یہ چوتھا شعری مجموعہ منظرِ عام پر آیا ہے۔ اس موقعے پر جامعہ ملیہ اسلامیہ کے پروفیسر احمد محفوظ، معروف شاعر چندر بھان خیال اور انجمن ترقی اردو (ہند) کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر اطہر فاروقی نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ انجمن ترقی اردو (ہند) کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر اطہر فاروقی نے صاحبِ کتاب ونود کمار ترپاٹھی بشر کو ان کے چوتھے شعری مجموعے کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ونود کمار ترپاٹھی بشر ہمیشہ ادبی خدمات کو انجام دینے میں پیش پیش رہتے ہیں اور یہ ان کی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ انجمن نے ان کے کلام کا یہ چوتھا مجموعہ شائع کیا ہے۔ اس سے ادبی دنیا اندازہ لگا سکتی ہے کہ ونود کمار ترپاٹھی بشر اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود کتنا زیادہ وقت شاعری کے لیے نکالتے ہیں۔

جناب چندر بھان خیال نے کہا کہ ونود کمار ترپاٹھی بشر کا یہ شعری مجموعہ ان کے پہلے کے تین مجموعوں کی طرح ہی نہ صرف ادبی ذوق میں اضافہ کرے گا بلکہ اسے خوب شہرت ملے گی۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ کے صدر شعبۂ اردو پروفیسر احمد محفوظ نے شعری مجموعے پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ونود کمار ترپاٹھی بشر نے مجھے اپنی کتاب کو پہلے پڑھنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ونود کمار ترپاٹھی بشر کا ہر مجموعہ ان کی اَن تھک محنت اور ادب سے شغف کا ایک بہترین ثمرہ ہے۔ ونود کمار ترپاٹھی بشر سنجیدہ اور سلیس زبان میں شاعری کرتے ہیں۔ انھوں نے مزید کہا کہ وہ اپنی شاعری میں کسی بھی پہلو کو بہت آسانی سے اپنے انداز میں کہہ کر نکل جاتے ہیں۔

جناب ونود کمار ترپاٹھی بشر نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ انجمن ترقی اردو (ہند) جس طریقے سے ہمارے مجموعوں کو شائع کر کے ادبی حلقوں تک پہنچانے کا کام کرتی ہے، یقیناً ہمارے لیے یہ بہت خوشگوار بات ہے۔

تقریب کی نظامت کے فرائض معروف شاعر جناب انس فیضی نے انجام دیے۔ اس موقعے پر معروف گلوکار جناب پرن کمار بھاٹیا نے ونود کمار ترپاٹھی بشر کا کلام پیش کر کے اپنی دل کش آواز سے لوگوں کو مسحور کیا۔ جلسے میں بڑی تعداد میں ادبی حلقوں سے وابستہ اہم شخصیات نے شرکت کی جن میں پروفیسر خواجہ محمد اکرام الدین، جناب آصف اعظمی، ڈاکٹر صدف فاطمہ، محترمہ عائشہ نجیب، صحافی جاوید رحمانی، جناب محمد ساجد اور جناب راجیش کمار میواتی وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

ادارے کا مضمون نگاروں کی آرا سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے (ادارہ)

Printed and Published by ***Abdul Bari*** on behalf of Anjuman Taraqqi Urdu (Hind), Urdu Ghar, 212, Rouse Avenue, New Delhi-110002
and Printed at Javed Press, 2096, Rodgran, Lal Kuan, Delhi-110006, Editor: ***Dr Ather Farouqui***